صوفی اور تصوف کی تاریخ

ایک اجمالی جائزہ

ڈاکٹر سید زاھد علی واسطی

صوفی ایک کثیر الاستعمال لفظ ھے۔ مگر جب ھم اس لفظ کا ماخذ تلاش کرتے ھیں تو منزل کٹھن نظر آتی ھے۔ صرف صوتی مشابہت کی بنا پر یا معنی کی مطابقت سے اندازہ لگا کر فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔ لفظ کو قواعد کے اصول و ضوابط کے معیار پر بھی پرکھنا چاھئے۔ جہاں تک ھم نے مطالعہ کیا ھے اس سے معلوم ھوتا ھے کہ اردو میں سب سے پہلے مولانا شبلی نعمانی نے لفظ صوفی کو ابوریحان البیرونی کی تصنیف ''کتاب الہند'' سے نسبت دے کر اس کو یونانی الاصل کہا جیسا کہ مولانا نے اپنی کتاب الغزالی کے باب تصوف میں تحریر فرمایا ھے۔ ''اس بحث کے خاتمہ میں یہ راز بھی ظاھر کر دینا ضروری ھے کہ تصوف لفظ اصل میں 'سین' سے تھا اس کا مادہ سوف تھا۔ جس کے معنی زبان میں حکمت کے ھیں۔ دوسری صدی ھجری میں جب یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ھوا تو یہ لفظ عربی میں آگیا۔ رفتہ رفتہ 'سوفی' سے 'صوفی' بن گیا۔ یہ تحقیق علامہ البیرونی نے کتاب الہند میں لکھی ھے'' (مولانا شبلی نعمانی۔ کتاب الغزالی۔ افضل المطابع دھلی۔ ص ۱۵۲)

ھم مولانا کی اس رائے سے متفق نہیں۔ اگر 'صوفی' یونانی زبان سے لیا گیا ھے تو ظاھر ھے Philos - Soph[1] یا Sophist کے ترجمہ سے عربی زبان میں آیا ھوگا۔ مگر ان الفاظ کو عربی میں ترجمہ کرکے 'سین'

سے سوفی لکھنا محل نظر ہے کیونکہ قدیم ترین عربی کتابوں (''کتاب اللمع،، مصنفه ابو النصر عبداللہ بن علی السراج طوسی متوفی ۳۷۸ھ،، اور ''رسالة القشیریه،، مصنفه قشیری متوفی ۴۶۵ھ) میں ''سین،، سے 'ص، میں تبدیلی کی سند نہیں ملتی۔ اس کا مطلب یه هوا که سوفی جس کے معنی دانش کے هیں صوفی سے معنوی لحاظ سے بهی ممیز ہے۔ فارسی زبان میں سوفی اور سوف دونوں بمعنی حکمت اور حکیم کے مستعمل هیں۔ پس ثابت هوا که یه لفظ یونانی میں سوفی سے مراد فلسفی تو هو سکتا ہے مگر صوفی نہیں۔

مولانا شبلی نے ابوریحان البیرونی کے حواله سے یه بهی تسلیم کیا ہے که یونانی کتب کا ترجمه دوسری صدی هجری میں هوا جس کے بعد یه لفظ یونانی سے عربی میں منتقل هوا۔ اس سلسله میں مولانا کی ایک اور کتاب المامون ملاحظه کریں جس میں لکھا ہے که یونانی کتابوں کا ترجمه مامون رشید کے دور میں هوا ہے۔ مامون رشید کا دور تیسری صدی ہے نه که دوسری صدی هجری جبکه یه لفظ صوفی عربی میں پہلے هی سے رائج تھا۔ ابوهاشم کوفی الصوفی متوفی ۱۵۰ھ اور ابو حمزه محمد بن ابراهیم المتوفی ۱۶۹ھ کے بارے میں صوفی کا لفظ مستعمل تھا۔ اس زمانه میں قسطابن لوقا ایک عیسائی فلاسفر اپنے شوق سے روم گیا اور فنون حکمت کی بہت سی کتابیں ساتھ لایا۔ پہلی مرتبه جب یونانی کتب بغداد آئیں تو مامون کو اس کا حال معلوم هوا۔ اسے بلا بھیجا اور بیت الحکمة میں ترجمه کے کام پر مأمور کیا۔ اس دور کے بڑے بڑے مترجم مثلاً حجاج بن یوسف کوفی۔ قسطابن لوقا بعلبکی۔ ابو حسان۔ سلمان۔ حنین بن اسحاق۔ سہیل بن مروان۔ ابو جعفر یحیی بن عدی۔ محمد بن موسی خوارزمی۔ حسن بن شاکر۔ احمد بن شاکر۔ علی ابن العباس احمد جوهری۔ یعقوب کندی۔ یوحنا بن ماسویه۔ ابن البطریق۔ محمد بن شاکر۔ یحیی بن ابی المنصور وغیره مامون کے دربار کے

مشہور مترجم اور بیت الحکمۃ کے مہتمم تھے۔ بعض مترجم ہونے کے علاوہ حکیم اور مجتہد الفن بھی تھے۔ (کتاب المامون۔ مولانا شبلی نعمانی۔ ص ۱۶۵)

مولانا شبلی نے کتاب الغزالی میں ایک اور جگہ امام موصوف کے حوالہ سے لکھا ہے۔ ''اس لفظ کے اشتقاق کے بارے میں تین رائیں ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو لوگ ''اہل صفہ،، کہلاتے تھے یہ ان کی طرف نسبت ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا ماخذ ''صفا،، ہے اور بعض کے نزدیک '' صف،،۔ لیکن قاعدہ اشتقاق کی رو سے یہ تمام اقوال غلط ہیں۔ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ ''صوف،، سے ماخوذ ہو جس کے معنی پشمینہ کے ہیں ۔ امام غزالی کے اس قول سے مستنبط ہوتا ہے کہ صوفی کو لفظ صوف سے نسبت دی جاتی رہی ہوگی۔ مگر آپ صوف کے لباس سے زیادہ صفائی باطن پر دھیان فرماتے تھے،،۔ (ص ۱۳۷)

شیخ ابو النصر سراج المتوفی ۳۷۸ھ کی معروف کتاب 'اللمع، جو تیسری صدی ہجری کے اوائل میں تحریر کی گئی تھی اس کے تیرھویں باب ''کتاب تفسیر الشطحیات و الکلمات التی ظاھرھا مستشنع و باطنہا صحیح مستقیم،، میں تحریر ہے ''یہ لفظ حسن بصری کے زمانہ میں رائج تھا۔ اور ان کا زمانہ بعض صحابیوں سے معاصرت کا تھا۔ چنانچہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ صوفی استعمال ہوا،،۔

کتاب اخبار مکہ میں جو روایت محمد بن اسحق بن یسار سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عہد اسلام سے پیشتر ہی معروف تھا اور عابد و برگزیدہ اشخاص کے لئے استعمال ہوتا تھا (تصوف اسلام۔ مولانا عبد الماجد دریا بادی ص۔ ۲۲) ابو الحسن سری سقطی المتوفی ۲۵۳ھ جو کہ بغداد کے پہلے مجتہد اور فقیہہ بزرگ تھے کا خیال تھا کہ 'صوفی، صفا سے مشتق ہے

اور اس کا اطلاق صفا پر ھوتا ھے مگر ایک جگہ فرماتے ھیں کہ صفا سے مراد صفاء باطن ھے نہ کہ صفاء ظاھر۔ (تصوف اسلام۔ مولانا عبدالماجد دریابادی)

شیخ علی بن عثمان ھجویری المتوفی ۴٦٥ھ اپنی معروف زمانہ کتاب کشف المحجوب میں لفظ صوفی کے اشتقاق پر بحث میں فرماتے ھیں ''اس نام کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف خیالات ھیں۔ ایک خیال کے مطابق صوفی ان لوگوں کے گروہ سے منسوب ھے جو جامہ صوف پہنتے تھے۔ بعض کے خیال کے مطابق صوفی کا ماخذ صف اول کے لوگوں سے ھے۔ اور انھی کو صوفی لقب سے موسوم کیا گیا۔ ایک گروہ کا مسلک ھے کہ اصحاب صفہ کی پاک صفات کی وجہ سے ان کو صوفی کہا جانے لگا۔ ایک اور جماعت اس لفظ کا مخرج صفا بتاتی ھے۔ ھر گروہ اپنی تائید میں خوب نکتے پیدا کرتا ھے۔ لیکن بات دراصل یہ ھے کہ لغت سے کسی بھی قول کی تائید نہیں ھوتی،،۔

شیخ کے قول کے بموجب صوفی وہ کہلانے کا مستحق ھے جس کا قلب صفا (صفائی) سے لبریز ھو۔ اور کدر (گندگی) سے خالی ھو۔ آپ ان کے الفاظ انھی کی زبان میں پڑھئے۔

صفا ضد کدر بود و کدر صفت بشر بود
وجہ حقیقت صوفی بود آنکہ او را زکدر گزر بود
(کشف المحجوب)

کشف المحجوب میں باب ''صحابہ کرام۔ اھل طریقت کے پیشوا،، جس میں خلفاء اربعہ کا ذکر ھے حضرت ھجویری فرماتے ھیں ''صحابہ کرام رض میں صوفیہ کے پیشوائے اعظم امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رض ھیں۔ آپ اسلام کے گل سر سبد، اھل تجرید (وہ لوگ جو معمولی سے معمولی آلائشوں سے بھی اجتناب کے لئے کوشاں رھتے ھوں) کے امام اور اھل تفرید (وہ لوگ جو نہایت

باریک بینی کے ساتھ غلط کو صحیح سے الگ چھانتے رہتے ہوں) کے شہنشاہ ہیں۔ مشائخ رحمہم اللہ نے آپ کو صاحبان مشاہدہ میں مقدم رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق رض گدڑی پہنتے اور دین پر سختی سے عمل کرتے، صوفیہ کے مقتدا ہیں۔ دینی فراست، باریک بینی اور خدا کی محبت میں استغراق آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ کے بارے میں حضورص کا فرمان ہے ''عمر کی زبان سے حق بات نکلتی ہے اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو عمر ہوگا،،۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شرم و حیا و تسلیم و رضا میں صوفیہ کے امام ہیں۔ حضرت علی المرتضی کی راہ طریقت میں بڑی شان ہے اور ان کا مرتبہ بلند تر ہے۔ علم و فہم دین میں آپ کا مرتبہ مسلم ہے اور اصول حقیقت کے بیان اور وضاحت میں آپ بے نظیر ہیں۔ آپ کے لئے حضورص نے فرمایا (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ)

کتاب تصوف اسلام میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے قدیم ترین صوفیہ کے اقوال اور تصوف کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

''حضرت ذوالنون مصری المتوفی ۲۴۵ھ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان حقائق کی ترجمانی کرتی ہے اور جب خاموش ہوتا ہے تو اس کے اعضا قطع علائق پر زبان حال سے شہادت دیتے ہیں۔

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی المتوفی ۲۹۷ھ کا ارشاد منقول ہے کہ تصوف وہ صفت ہے جس میں بندہ کی اقامت کی گئی ہو۔ حضرت ابو الحسن نوری رح کا قول ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جس کی روح آلائشوں سے پاک ہو چکی ہو اور وہ رب العزت کے حضور میں صف اول میں حاضر ہو۔ ''کشف المحجوب کے باب الملامت میں آیۂ قرآنی،، ولا یخافون لومة لائم ذالک فضل

الله یؤتیه من یشاء (مائدہ آیت ۵۲) کی تفسیر میں طریق ملامت کی ستائش کی اور یہ دکھایا ہے کہ اہل حق راہ حق میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ خلق کی نظر میں رسوا اور مطعون ہو کر اپنی للہیت اور حق پرستی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں،،۔ (مولانا عبدالماجد دریابادی۔ تصوف اسلام)

تصوف کے موجودہ قدیم ترین ذخائر میں شہرت اور سند کا مرتبہ کتاب ''رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف،، کو حاصل ہے جو کہ چوتھی صدی ہجری میں ابو القاسم قشیری نے تصنیف کی۔ اس رسالہ میں تصوف و تاریخ کے بیان میں درج ہے ''رسول کریمؐ کے زمانے میں مومن کے لئے صحابی سے بڑھ کر پر فخر اور پر فضل لفظ کوئی نہ تھا۔ چنانچہ اس وقت کے مسلمان اسی لفظ سے موسوم ہوتے تھے۔ اس کے بعد دوسری نسل چلی تو ان صحابہ کے صحابی ہوگئے جن کو تابعین کہا جانے لگا۔ پھر تابعین کے صحابیوں کو تبع تابعین کہنے لگے۔ اس کے بعد جب است زیادہ پھیلی اور لوگ طرح طرح کے گروہوں میں بٹنے لگے تو جن لوگوں کو امور دین میں زیادہ انہماک ہوا ان کو ''عباد و زھاد،، کہنے لگے۔ لیکن جب بدعتوں کا ظہور ہوا اور فرقے الگ الگ ہو گئے تو ہر فرقہ اس کا مدعی ہوگیا کہ زیادہ عباد و زھاد اسی فرقہ میں ہیں۔ اس وقت اہل سنت کے اس طبقہ نے جو کہ ذکر الٰہی میں زیادہ مشغول و منہمک تھا اپنے لئے اہل تصوف کی اصطلاح قائم کرلی اور ہجرت کو ابھی دو صدیاں نہ ہوئی تھیں کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے اکابر کے لئے مخصوص کر دیا گیا،،

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ (المتوفی ۵۰۲ھ) نیشاپور میں بہت بڑے دواخانہ کے مالک تھے۔ یکایک تمام دنیاوی دھندوں کو ترک کر کے درویشی اختیار کر لی۔ آپ نے معرکۃالآرا کتاب جو کہ تصوف کا خزانہ تھی ''کتاب

الطیر،، تحریر کی جو کہ مولانا جلال الدین رومی کی معروف مثنوی کے لئے نقش اول ثابت ہوئی۔ آپ بہت بڑے صوفی بزرگ تھے اور سلوک و عرفان کی وہ منازل طے کیں کہ طبقہ صوفیہ آپ کا معترف ہے۔ دولت غزنویہ کے آخر زمانہ میں حکیم سنائی نے 'حدیقہ، لکھی جو نظم میں تصوف کی پہلی کتاب تھی۔ 'حدیقہ، کے بعد فرید الدین عطار نے متعدد مثنویاں تصوف میں لکھیں جن میں ''منطق الطیر،، نے عالمی شہرت حاصل کی۔ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ خواجہ فرید الدین عطار کی تصانیف ھی مولانا رومی کے لئے دلیل راہ بنیں،، (سوانح مولانا روم مرتبہ عابد علی عابد۔ صفحہ ۸۶)

حضرت سہیل بن عبداللہ التستری (المتوفی ۲۸۳ھ) حضرت ذوالنون کے ہم عصر تھے۔ اکابر صوفیہ میں سے تھے۔ آپ نے حسن خلاق کے بارے میں بتایا کہ ادنی ترین اخلاق تحمل اور ترک مکافات ہے۔ ظالم پر رحم اور اس کے لئے دعا متصوفین کے اخلاق میں سے ہے۔ (کتاب المریدین۔ ضیاءالدین سہروردی) محمد بن علی جعفر الکنانی المعروف ابوبکر کنانی (المتوفی ۳۲۲ھ) کا وطن بغداد تھا۔ مکہ میں سکونت اختیار کی۔ کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کو سراج الحرم کہا جاتا تھا۔ حضرت حزاز رح المتوفی ۲۷۷ھ اور حضرت جنید بغدادیرح المتوفی ۲۹۷ھ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے خیال میں تصوف نام ھی اخلاق کا ہے جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اس کا تصوف زیادہ ہوگا۔ (کتاب المریدین ص ۳۰۔ شیخ ضیاءالدین سہروردی)

حضرت ابو حفص حداد المتوفی ۲۶۵ھ نیشاپور کے تھے۔ شیخ خراسان کہلاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت جنیدرح نے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے اصحاب کو سلاطین کا ادب سکھایا۔ تو انھوں نے کہا نہیں۔ جنید رح۔ اگر ظاہر میں حسن ادب ھو تو وہ باطن کے حسن ادب کا عنوان بن جاتا ہے۔

(کتاب المریدین ص ۳۱ - شیخ ضیاءالدین سہروردی)

حضرت ابراهیم بن شعبان کنیت ابواسحاق المتوفی ۳۴۸ھ مشائخ صوفیه میں نامی گرامی تھے - آپ کا قول تھا که هم اس شخص کو اپنی صحبت میں نہیں رکھتے جو کہے میرا کام ہے - صوفی نه کسی کو عاریت دیتا ہے نه عاریت لیتا ہے - (کتاب المریدین - ص ۴۷ - شیخ ضیاءالدین سہروردی) -

حضرت علی بن بندا کنیت ابوالحسن نیشا پوری المتوفی ۳۸۹، آپ نے نیشاپور میں ابوعثمان اور ابوالحفص سے سمرقند میں حضرت محمد فضل اور بلخ میں محمد بن حامد، جوزجان میں ابو علی جوزجانی، بغداد میں حضرت جنیدرح وغیرہ سے صحبت حاصل کی - آپ نے فرمایا تم کسی انسان کی صحبت اختیار کرو تو اس کی عقل کو، اس کے دین سے زیادہ پرکھو کیونکه دین اس کے لئے ہے اور عقل تمہارے لئے۔ ایسے شخص کی صحبت نا صحت بخش ہے جس کی توجه دنیا، اور نفس اور خواهشات میں لگی ہو- (کتاب المریدین - ص ۵۷ -شیخ ضیاءالدین- سہروردی)

شیخ عبدالقادر جیلانی صوفیه کرام میں مقبول انام ہیں - تیرھویں پشت میں حضرت علی کرم الله سے آپ کا نسب نامه جا ملتا ہے - آپ کی تصانیف غنیة الطالبین فتح الغیب، الفتح الربانی وغیره ہیں - اور یه مواعظ حسنه علم تصوف تزکیه نفس و باطن پر طالبان طریقت و حقیقت اسلام کے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں - آپ نے فرمایا ہے که " تصوف میں قلب کی تمام کدورتوں کو صاف رکھنا از بس ضروری ہے - جس میں رضائے اسحق، صبر ایوب، خوف موسی، اور فقر حضور محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم نه هو وہ راہ تصوف پر گامزن کیسے هو سکتا ہے -"، (سیرت غوث اعظم)

چھٹی صدی هجری میں هندوستان میں محمد بن احمد بن علی پیدا ہوئے جو نظام الدین اولیا کے نام سے پاک و هند کے گوشه گوشه میں معروف و مشہور

ھیں ۔ آپ نے حضرت شیخ فرید الدین سے بیعت کی اور آپ کی فیض رسانی سے ھند و پاک کا ھر مکان و قطعہ منور ھو گیا ۔ علاءالدین خلجی کا دور تھا ۔ بادشاہ نے کئی مرتبہ اس صوفی بزرگ کے بوسہ آستانہ کی اجازت چاھی مگر سلطان الاصفیاء نے منظور نہ کیا (اذکار ابرار ترجمہ گلزار ابرار۔ ص ۸۲)

مخدوم شیخ شرف الحق اپنی کتاب ''مکتوبات صدی،، (باب دراصل تصوف ص ۸۳) میں لکھتے ھیں ''اگر تصوف کی ابتدا پر غور کروگے تو اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں پاؤ گے ۔ اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام تھے ۔ ان کو حق تعالی نے خاک سے پیدا کیا ۔ پھر حضرت آدم نے خدا کا کہنا نہ مانا ۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ۔ وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ (آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھک گیا ۔) پھر آدم نے توبہ کی اور کہا ''ربنا ظلمنا انفسنا،، (اے ھمارے رب ھم نے اپنے نفس پر ظلم کیا) ۔ صوفیوں کے استغفار کی اصل یہیں سے شروع ھوتی ھے ۔ تین سو برس اس جہان خاکی میں گریہ و زاری کرتے رھے ۔ پھر دریائے رحمت جوش میں آیا اور درجہ اصطفیٰ عطا کیا گیا،، ''ان اللہ اصطفیٰ آدم،، اب کیا تھا تصفیہ کامل ھو گیا ۔ صوفی صافی بن گئے ۔ چنانچہ نسلاً بعد نسل اسی پر عمل ھوتا رھا ۔ تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی میں منتقل ھوتی رھی ۔ صوفیوں کا یہ بھی معمول ھے کہ کسی خاص جگہ بیٹھ کر آپس میں راز و نیاز کی باتیں کرتے ھیں ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمل پر اکتفا کیا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ھمیشہ کمل رکھا ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ھمیشہ جامہ صوف پہنتے تھے ۔ حضرت موسیٰ نے بیت المقدس کو خانقاہ بنایا ۔ یہاں اسرار الہی بیان کئے جاتے تھے ۔ پھر ھمارے محمد رسول اللہ کا ورود مسعود ھوا ۔ حضورص نے بھی وھی طریقہ استعمال کیا ۔ ملۃ ابیکم ابراھیم

(تمہارے باپ ابراھیم کا یہی طریقہ تھا) آپ نے خود کو گوشہ مسجد نبوی میں معتکف کرلیا۔ اصحاب میں جو سالکان راہ طریقت تھے ان سے دین، راز و نیاز کی باتیں ھوتیں۔ یہاں وہ رموز و اسرار الٰہی کے تذکرہ ھوتے جو بڑے بڑے فصحائے عرب کے ذھن سے بالا تھے۔ مروی ھے جب آپ کسی صحابی کی عزت و تکریم فرماتے تو ان کو ردائے مبارک یا اپنا پیراھن شریف عنایت فرماتے۔ وہ شخص صحابہ میں صوفی سمجھا جاتا جس کو پیراھن عطا ھوتا،،۔

جب حضور رحمۃ للعالمین دنیا سے رخصت ھوئے تو اسلام میں کافی تعداد نو مسلموں کی داخل ھوئی جن کا مذاھب قدیم سے تعلق تھا۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جسم کو تکلیف و اذیت دے کر عبادت کرنا تطہیر روح کا موجب ھوتا ھے۔ نیز یہ کہ روح اسی وقت جسم میں حلول کر سکتی ھے جب جسم ریاضت سے لبریز ھو۔ ایسے لوگوں نے اسلام میں داخل ھوکر زھاد و عباد کی تعداد میں اضافہ کیا جو دنیا کی نعمتوں سے متنفر ھو گئے۔ ان کا تصور تھا کہ جنت اور دنیا کی راھیں مختلف ھیں۔ جنت جب مل سکتی ھے جب دنیا ترک کردی جائے۔ بعض عبادت گزاروں نے دنیا سے رغبت ختم کردی۔ اور اپنی تمام زندگی عبادت الٰہی کے لئے وقف کردی۔ اس طرح کے لوگ خال خال تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ھی میں نمودار ھو گئے تھے۔ یہ لوگ پوری پوری رات نماز پڑھتے اور لگاتار روزہ رکھتے اور تجرد کی زندگی اختیار کرتے تھے۔ لیکن آپ انہیں اعتدال کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین فرماتے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ایسے صوفیہ کا ظہور ھوا جنھوں نے تصوف میں نئی تحقیقات کا دعویٰ کیا۔ اولاً نظریہ وحدت الوجود کا ارتقا ھوا۔ ثانیاً صوفیہ دعویٰ دار ھوگئے کہ جو دل محبت الٰہی سے معمور ھے اس کے لئے عبادت

و عصیاں برابر ھیں ۔ ثالثاً نام نہاد صوفیہ کی شعبدہ بازیاں شروع ھو گئیں جو طریق تصوف کا جزو بن کر رہ گئیں ۔ ان حالات میں تصوف میں نزاعی مسائل کا پیدا ھونا فطری امر تھا ۔ چنانچہ ان میں مختلف گروہ بن گئے ۔ سب سے پہلا گروہ اشراقی بنا ۔ ان کے اصول میں زھد و ورع اور ترک دنیا کے ساتھ تصوف کے تمام مسالک کی بنیادیں اشراقی خطوط پر استوار ھوتی تھیں ۔ ان میں سے بعض تو حلول اور وحدت الوجود کو ماننے لگے ۔ دوسرا گروہ حلولی کہلاتا تھا ۔ یہ ذات الہی کے عنصر میں حلول کا قائل تھا ۔ اور اس کا بانی مبانی حسین بن منصور حلاج المتوفی ۳۱۰ھ تھا ۔ جو اناالحق یعنی میں خدا ھوں کا نعرہ لگاتا تھا ۔ اسی وجہ سے اس کو پھانسی کی سزا ملی ۔ ایک اور گروہ جو وحدۃ الوجود کا قائل تھا اس کا خیال تھا کہ موجود صرف ایک ھی ھستی ھے ۔ اور ایک سے زیادہ اشکال جو ھم دیکھ رھے ھیں یہ سب ذات موجود کی شکلیں نہیں ھیں بلکہ وجود محض کی اشکال مختلف صور جسمیہ میں نظر آتی ھیں ۔ یہ تصور محمد بن علی بن احمد بن عبداللہ المعروف بہ ابن عربی المتوفی ۶۳۸ھ کا تھا ۔ صوفیہ میں ایک جماعت ایسی بھی ھوئی جو شہود کی قائل ھوگئی ۔ اس کا مذھب محبت تھا ۔ ان میں خداوند عالم سے محبت اور اس سے ملنے کی خواھش بدرجہ اتم تھی ۔ یہ لوگ محبت ھی کو بنیاد سمجھتے تھے ۔ اس کی بگڑی ھوئی شکل صرف محبت رہ گئی وہ بھی خدا کی مخلوق کی اور اس میں بھی صرف خوش شکل مخلوق کی کیونکہ ان صوفیہ کو ان شکلوں میں خدا کی تجلی نظر آتی تھی ۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ اللہ سے مل جانا اور خالق و مخلوق کا اتحاد صرف محبت کے ذریعہ ممکن ھے،، ۔ (تصوف اسلام ۔ رئیس احمد جعفری)

پانچویں صدی ھجری میں صوفیہ کا اور زور بڑھ گیا ۔ چھٹی اور ساتویں صدی ھجری میں تو یہ لوگ زیادہ تر تقلید کے حامی بن گئے ۔ تحقیق و فکر کی

مزید ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ اس طرح صوفیہ نے عجیب و غریب طریقوں پر عقائد، صبر، توکل کو یکجا کرنے کی کوششیں کیں۔ اپنے اوپر قدغنیں لگائیں اور ریاضتوں کے بار ڈالنے شروع کر دئیے۔ ظاھراً تو ان کا مقصد یہ تھا کہ خدا کا قرب حاصل ھو۔ مگر آگے چل کر ان میں تصنع آگیا۔

حضرت بہاءالحق زکریا چھٹی اور ساتویں صدی ھجری کے درمیان ملتان میں فروکش رھے۔ آپ بلادھند میں مکاشفات کے احوال میں بزرگ کامل تھے۔ آپ نے علم تصوف میں ایک کتاب ''بہایہ'' تصنیف فرمائی۔ آپ کا قول تھا نفس پاک ہوگا تو دل دھل جائے گا۔ اور واردات الہی دل پر نازل ھونا شروع ھوں گی۔ آپ کی ایک رباعی آپ کے مزار پر کندہ ھے۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

دیوانہ کنی ھر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ھر دو جہاں را چہ کند

ترجمہ : جس نے تجھ کو پہچانا وہ جان سے بیزار ھوگیا اسے گھربار بال بچوں کی ضرورت نہیں۔ اپنے دیوانہ کو تونے دونوں جہان بخش دئیے۔ مگر جو ترا دیوانہ ھوا ھے اسے دونوں جہان کی ضرورت نہیں ھے۔

(کتاب ارض ملتان۔ شیخ اکرام الحق۔ باب صوفیائے ملتان)

حضرت امام غزالی (المتوفی ٥٠٥ھ) کے بعد بعض ایسے صوفیہ منصبہ شہود پر آئے جنہوں نے تصوف کے ساتھ علم کلام اور الہیات کے مسائل کو پھر گڈ مڈ کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ھوا کہ اتحاد، وحدت الوجود اور شہود کے نظریات پیدا ھوئے۔ جب فقہاء نے صوفیہ کے ان رجحانات و میلانات کو

دیکھا تو اسے الحاد اور زندقہ سے تعبیر کرنا شروع کر دیا۔ حافظ ابن قیم المتوفی ۷۵۱ھ نے صوفیہ کے کردار پر کڑی نکتہ چینی کی اور اس میں ذرہ برابر مداھنت گوارا نہیں کی۔ محدث ابن جوزی کی تلبیس ابلیس اور امام ابن تیمیہ و حافظ ابن قیم و ابن اثیر کی تنقید تصوف پر تصالیف اسی کشمکش کا نتیجہ ھیں۔

امام تقی الدین ابو العباس احمد ابن تیمیہ المتوفی ۷۲۸ھ کے دور میں بگڑے ہوئے تصوف کے افکار و نظریات اپنے عروج پر تھے۔ اور ان تمام نظریات و مسائل سے امام موصوف لڑتے رھے۔ مصر و شام میں صوفیہ کا اقتدار کامل تھا۔ سلطان ناصر نے ۷۲۶ھ میں امام ابن تیمیہ کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا۔ مگر صوفیوں کے خلاف ابن تیمیہ کتاب و سنت کو ھاتھ میں مظبوطی سے تھامے اتباع آثار سلف کی ترغیب دیتے رھے (حیات حافظ ابن تیمیہ۔ باب تصوف۔ پروفیسر ابو زھرہ مصری)

تدوین علوم ھی کے زمانے سے فقہاء اور صوفیہ کے مابین رفتہ رفتہ اختلافات پیدا ھونے شروع ھوگئے۔ صوفیہ فقہاء کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے۔ صوفیہ غلو سے کام لیتے۔ ان کا دعوی تھا کہ ھم معرفت خدا وندی اور ظاھری اعمال میں اپنے ضمیر کے فتوے پر عمل کرتے ھیں۔ صوفیہ کا اعتماد اس معرفت پر تھا جو دل کی راہ سے حاصل ھوتی ھے۔ حالانکہ قرآن اس معرفت کا داعی ھے جو بطریق نظر و استدلال حاصل ھو۔ وہ ضمیر کو حکم مانتے تھے اور اس کے فیصلے کو اعمال کے بارے میں ناطق تصور کرتے تھے۔
(حیات ابن قیم۔ عبد العظیم عبد السلام شرف الدین)

دونوں فرقوں کی اس جنگ و جدل کے نتیجہ میں کئی علماء کو سزائیں بھگتنی پڑیں۔ حضرت امام غزالی نے جب یہ رنگ دیکھا تو دینی دعوت کا

بیڑا اٹھایا ۔ فقہاء کے غیظ و غضب کو فرو کرنے میں آپ کی مساعی جمیلہ بار آور ثابت ہوئیں ۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں فقہ اور تصوف کی اصل منشا اور محبت کو اجاگر کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھی ۔

صوفی اور تصوف کے بارے میں مختلف مکتبہ ہائے فکر نے اس کثرت سے خزائن علم جمع کئے ہیں کہ شمار میں نہیں لایا جا سکتا کیونکہ ذہنی خلش کی تشنہ کامی کو آسانی سے سیر نہیں کیا جا سکتا ۔ مرزا محمد قتیل کی تصانیف صرف و نحو، منطق و حکمت پر فارسی زبان میں بے انتہا ہیں ۔ آپ کی ایک کتاب ''ہفت تماشا،، ہے جس میں ہندوستان کے مذاہب اور مختلف فرقوں کے رسوم و عقائد تفصیل سے بیان کئے ہیں ۔ اس کتاب کے باب دوئم میں بیدانتیوں کے ذیل میں قتیل نے صوفیہ کا بھی ذکر کیا ہے ۔ ایک جگہ صوفیہ کے بارے میں محی‌الدین ابن عربی کی '' فصوص الحکم ،، کے حوالہ سے لکھا ہے ''اس جماعت کا ہر فرد اپنے تئیں خدا سمجھتا ہے ۔ صوفیوں کے اعمال وہی ہیں جو بیدانتیوں کے ہیں،، (رسالہ نقوش شمارہ مئی ۱۹۶۷ء)

علامہ شیخ محمد اقبال کے خیال کے مطابق مسلمانان ہند کے دل و دماغ پر عجمی تصوف غالب ہے ۔ وہ عربیت کے تخیلات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ (اسرار خودی) عجمی تصوف جزو اسلام نہیں اس کے مرتبین بیشتر عجمی تھے ۔ تصوف ایک قسم کی رہبانیت ہے ۔ اس کے اثر سے اسلامی اقوام میں قوت عمل مفقود ہوگئی ۔ صوفی کا لفظ ہی رسول اللہ کے زمانہ میں موجود نہ تھا ۔ ۱۵۰ھ میں یہ لفظ سب سے پہلے سنا گیا اور استعمال ہوا ۔ رفتہ رفتہ صوفیہ کے عجمی حامیوں نے ایک ایسا اخلاق اور معاشرتی نصب‌العین پیدا کر دیا جو آخر کار مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہوا ۔ (فیضان اقبال ۔ شورش کاشمیری) ۔

صوفیان کرام اور تصوف کے بارے میں دقیق مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ

یہ لفظ اور مسلک اپنے عروج پر بہت تیزی سے پہنچا۔ کیونکہ قرآن و سنت کے علمبردار ھی اس کو لے کر میدان عمل میں آئے۔ اس کے بعد جب کثرت سے دوسری قومیں مذھب اسلام میں ضم ھوتی گئیں تو وہ اپنے ساتھ کچھ کردار، تصورات اور عقائد لائیں۔ ان کے اختلاط سے نئے عقائد کا ظہور پذیر ھونا خلاف توقع نہ تھا۔ وہ قومیں ذھنی طور پر کچھ تو اس لئے تاکہ پرانے مسلمانوں سے عقائد میں پیچھے نہ رہ جائیں، کچھ اس لئے کہ پرانے مسلمانوں پر زھد و عبادت اور کثرت تقوی سے اپنی برتری ثابت کر سکیں، وحدت الوجود، وحدت شہود، اور اشراق جیسے نقطہ ھائے نظر اختیار کرکے ان کو نئے آب و رنگ کے ساتھ پیش کیا۔ اس کے بعد فقہاء نے صوفیہ کی بیخ کنی کی ٹھان لی اور عرصہ دراز تک عبرت انگیز اور روح فرسا واقعات جنگ و جدل ھوتے رہے۔ اس وقت سے صوفیانہ متفکرین کا انحطاط شروع ھوگیا۔ (تصوف اسلام باب دور زوال صوفیہ۔ رئیس احمد جعفری۔)

وہ تصوف جو روح اور قلب کی تطہیر کا بہترین ذریعہ تھا۔ ایک ایسا جامد اور زنگ خوردہ ادارہ بن گیا جو خود بھی صیقل سے محروم ہے اور جس سے دوسروں کو بھی جلا حاصل نہیں ھو سکتی۔